اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اندھیر نگری !

پاکستان کا نظام تعلیم اور نصاب ـــــ بازیچہ اطفال

کبھی کبھی دل اس قدر دکھی اور پریشان ہوتا ہے کہ سمجھ نہیں آتی ۔اس پریشانی اور دکھ کا اظہار کس سے اور کیسے کریں ظاہر ہے یہ دکھ پرائے نہیں ۔ بلکہ اپنے ہیں۔ان کا تعلق وطن عزیز سے ہے۔امن وامان سے ہے۔ جہالت اور ناخواندگی سے ہے۔غربت اور افلاس سے ہے اور سب سے بڑھ کر دن بدن تعلیم کے ساتھ ہونے والی زیادتیوں سے ہے۔

تعلیم کا دکھ اس لیے سب سے بڑا ہے کہ تریسٹھ سال گزرنے کے باوجود جہاں نصاب میں یکسوئی نہیں استقرار نہیں اور ذریعہ تعلیم پر استقامت نہیں ان تعلیمی اداروں سے نکلنے والوں کو دیکھ کر دکھ اور افسوس نہیں ہوگا تو اور کیا ہوگا؟

قوموں کے عروج وزوال میں تعلیم کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔جس قوم نے تعلیم پر پوری توجہ دی اور اپنی تہذیب ،نظریے اور تعلیم میں یکسانیت پیدا کر لی وہ بام عروج کو پہنچ گئے ۔اور وہ قومیں جنہوں نے تعلیم کا اہتمام تو کیا لیکن اپنے عقائد ونظریات اور تہذیب کو اہمیت نہ دی وہ نہ صرف زوال پذیر ہوئیں۔ بلکہ تاریخ نے بھی انہیں فراموش کردیا۔آج ہم پاکستانی بھی اسی طرح کے حالات سے دوچار ہیں۔

کیسی ستم ظریفی ہے کہ قیام پاکستان سے لے کر اب تک ہمارا نظام تعلیم مکمل نہ ہوسکا۔"مہر کہ آمد عمارت نو ساخت" کے مصداق نت نئے تجربات کیے جارہے ہیں۔کبھی نصاب میں بنیادی تبدیلیاں اور کبھی ذریعہ تعلیم میں،کبھی عربی کو لازمی مضامین قرار دیا اور کبھی یک قلم خارج کردیا۔ترقی کے خوابوں نے پریشان کیا تو تمام سرکاری سکولوں کو انگلش میڈیم بناڈالا صحیح اردو نہ بولنے والوں کو انگلش میں پڑھانے پر لگا دیا۔اور یہ احمقانہ قدم اٹھا کر خوشی سے پھولے نہ سمائے کہ اب قوم کے ہر بچے میں لیس سر لیس سر کہنے کی صلاحیت پیدا ہوجائے گی۔اور پاکستان از خود ترقی کی منزلیں طے کر لے گا۔

ہمارا یہ المیہ ہے کہ پاکستان کا نظام تعلیم اور نصاب وہ لوگ ترتیب دے رہے ہیں۔جنہوں نے خود کبھی پاکستان کے کسی سکول میں تعلیم حاصل ہی نہیں کی۔ بلکہ وہ خود اور ان کی اولادیں باہر سے درآمد ہوئیں۔خاص ماحول میں پرورش پانے اور تربیت لینے والے اسی رنگ میں پاکستانی قوم کو رنگنا چاہتے

ہیں۔جس ملک کے بجٹ کا کم از کم 5% تعلیم پر خرچ ہوتا ہو۔ جہاں ٹاٹ سکول کا تصور ناممکن ہو۔ جہاں گھوسٹ سکول کا خیال کبیرہ گناہ ہو۔ جہاں کے اساتذہ ٹیوشن پڑھانے کو بدترین جرم سمجھتے ہوں جہاں بہترین سہولتیں طلبہ کو میسر ہوں۔ جہاں سکول کی بلڈنگ خوبصورت اور ضروریات سے مزین ہوں۔اس کا موازنہ پاکستانی ماحول سے کیا جائے۔اور ساری خرابیوں کو جوں کا توں قبول کر کے صرف اور صرف ذریعہ تعلیم انگریزی کو بنا کر سمجھ لیا جائے کہ ہم یورپی ماحول پیدا کر لیں گے۔اس سے بڑا سنگین مذاق اس قوم کے ساتھ اور کیا ہو سکتا ہے۔

پنجاب کے موجودہ وزیر اعلیٰ بلاشبہ بہت محنتی اور جفاکش ہیں۔خصوصاً پنجاب میں کئی ترقیاتی کام کیے ہیں۔وہ اکثر اپنی گفتگو میں ترکی کی مثالیں دیتے ہیں۔اور کہتے ہیں کہ ہم ترکی کو رول ماڈل بنائیں گے۔اور تمام شعبہ ہائے زندگی میں انقلابی اصلاحات کریں گے۔اس مقصد کے لیے انہوں نے بارہا ترکی کا دورہ کیا۔لیکن ہم حیران ہیں کہ وہ ترکی کی تمام تر ترقیوں کو تو قریب سے دیکھ آئے۔لیکن ان کا نظام تعلیم ان کی نظروں سے کیسے اوجھل رہا؟ وہ قوم جو وزیر اعلیٰ کی پسندیدہ ہے۔اور جن سے مل کر بہت سارے منصوبے لاہور میں مکمل کر چکے ہیں۔ترکی باصلاحیت قوم ہے۔جو اب تیزی سے ترقی کی منزلیں طے کر رہی ہے۔انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ان کا ذریعہ تعلیم صرف اور صرف ترکی زبان ہے۔نرسری سے لیکر پی ایچ ڈی تک ترکی زبان میں تعلیم دی جاتی ہے۔حتیٰ کہ پوری دنیا سے سینکڑوں طلبہ سکالرشپ پر ترکی جاتے ہیں۔ انہیں پہلے ایک سال ترکی زبان سکھلائی جاتی ہے۔تب تعلیم کا آغاز ہوتا ہے۔باقی چیزوں میں ان کی نقل کرنے والے یہ کیوں بھول جاتے ہیں۔کہ آخر ترکی نے بھی اپنی مادری زبان میں تعلیم دیکر اس قدر ترقی کیونکر کر لی۔حالانکہ وہ ایک عرصہ سے یورپی یونین میں شامل ہونے کا خواہش مند ہے۔

ترکی کا ذکر اس لیے بطور خاص کیا کہ آج کل پاکستان ترکی کے ساتھ خصوصی تعلقات استوار کر رہا ہے۔ جہاں اور بہت ساری باتوں میں ترکی کی تقلید کی جا رہی ہے۔ارباب اختیار سے گزارش ہے کہ وہ اس پہلو پر بھی توجہ دیں۔

ایک باشعور انسان بھی جانتا ہے کہ نصاب بچوں کی تربیت میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔بچے کے ناپختہ ذہن میں جو تصور نصاب کی وجہ سے بیٹھ جاتا ہے۔وہ آخر عمر تک موجود رہتا ہے۔یہ نصاب ہی تو ہے جو فکری تشکیل کا باعث بنتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ نصاب سازی کے کام میں جہاں ماہرین تعلیم شامل ہوتے ہیں۔وہاں اہم ترین کردار ماہر نفسیات کا بھی ہوتا ہے۔جو ماحول، ضرورت وسائل اور طلبہ کی ذہنی سطح کو

پیش نظر رکھ کر نصاب مرتب کرتے ہیں۔

نصاب سازی کا ہدف انسان سازی ہے۔ یہ نازک ترین کام ہے۔ اس سے انسانوں کا مستقبل وابستہ ہوتا ہے۔ جس میں غلطی کی گنجائش نہیں ہوتی۔ اس نصاب سے تیار پیداوار اگر معاشرے کی تہذیبی وتمدنی زندگی سے مماثلت رکھتی ہے۔ تو خوشگوار فضا وجود میں آتی ہے۔ لیکن اگر یہ نصاب معاشرے کے تقاضوں سے الگ تھلگ ہے تو اس سے تیار نسل معاشرے میں فساد اور گھٹن کا باعث ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ جس قوم نے اس صنعت سازی پر پوری توجہ دی وہ پرسکون ماحول پیدا کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔

پاکستان کا المیہ یہ رہا ہے۔ کہ یہاں اب بھی تین نصاب ہائے تعلیم بیک وقت رائج ہیں۔ سرکاری، پرائیویٹ ادارے اور دینی مدارس کا نصاب، سرکاری نصاب تعلیم ہی دراصل اکھاڑا بنا ہوا ہے۔ اٹھارویں ترمیم سے قبل تعلیم وفاقی حکومت کی سرپرستی میں تھی۔ الگ سے نصاب سازی کا شعبہ تھا۔ کم از کم پاکستان کی سطح پر یکجہتی اور یکسوئی نظر آتی تھی۔ بعض مضامین مشترک تھے۔ اور یہ نصاب قدرے جاندار تھا۔ لیکن اٹھارویں ترمیم کے بعد تعلیم صوبائی معاملہ قرار پایا۔ صوبائی خودمختاری کی وجہ سے نصاب تعلیم کے معیار اور مواد میں تضادات پیدا ہوئے ہیں۔ ہر صوبہ اپنا اپنا راگ الاپ رہا ہے۔ غیر معیاری اور سطحی نصاب تشکیل دیا گیا۔ کسی نے عربی کو لازمی قرار دیا۔ تو کسی نے مطالعہ پاکستان کو نصاب سے خارج کر دیا۔ اور نصاب میں شامل مواد بھی متنازعہ بنایا۔ جس سے ملی یکجہتی بے حد متاثر ہوئی۔ اس قباحت کو محسوس کرتے ہوئے اب حکومتی ایوانوں میں سوچ پیدا ہو رہی ہے۔ کہ قومی نصاب کمیشن تشکیل دیا جائے۔ جو نصاب میں یکجہتی پیدا کرنے کی کوشش کرے گا۔ کیونکہ صوبوں میں پائے جانے والے نصاب اس وقت اہلیت اور فکر کو مشکلات سے دوچار کر رہے ہیں۔

ایک اور تکلیف دہ امر یہ ہے کہ بعض ایسی این جی اوز میدان میں آگئی ہیں۔ جن کے دل میں یہ احساس اور تڑپ موجود ہے کہ قوم کے بچے اور بچیوں کو جنسی تعلیم بھی دی جائے۔ اور انہیں بتایا جائے کہ بلوغت کیا ہوتی ہے۔ جسم میں رونما ہونے والی تبدیلی کیوں ہے؟ اور اس میں پیش آمدہ مشکلات کا حل قابل بھروسہ رشتوں کی بجائے دوستوں سے کرایا جائے۔ اور غلط کاریوں کا محفوظ ترین راستہ کیا ہے؟ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ درپردہ حکومت یہ چاہتی ہے کہ یہ مضمون نصاب میں شامل کیا جائے۔ لیکن شدید ردعمل کی وجہ سے اس کا باقاعدہ اعلان نہیں کر رہی۔ اس ضمن میں کچھ کتابچے برائے جائزہ ہمیں بھی دیئے گئے ہیں۔ جو دس سے پندرہ سال کے بچے، بچیوں کے لیے تیار کیے گئے ہیں۔ جس میں مقدس رشتوں پر عدم اعتماد کا

اظہار کیا گیا۔اور انتہائی نازک مسائل پر گفتگو کے لیے لڑکا،لڑکی سے اور لڑکی لڑکے پر اعتماد کرتی ہے۔اور اپنی مشکلات کا تذکرہ کر کے ان سے حل چاہتی ہے۔کیا پاکستانی معاشرہ اس کا متحمل ہے۔کیا واقعی ہم اب اس قدر بے بس ہو گئے ہیں۔یقیناً نہیں، ہرگز نہیں۔ایسی کسی بھی کوشش کی ہم بھرپور مزاحمت کریں گے۔اور کسی صورت اس اباحیت کی اجازت نہیں دیں گے۔

ان حالات میں اہم ترین ذمہ داری والدین پر عائد ہوتی ہے کہ وہ کس طرح کا نصاب اپنے بچوں کو پڑھانا چاہتے ہیں۔کیا جنسی تعلیم واقعی ان کے بچوں کے لیے ناگزیر ہے۔یا یہ مسئلہ وہ خود حل کرنا چاہتے ہیں۔ہم کئی مرتبہ عرض کر چکے ہیں۔کہ 98% فیصد والدین اپنے بچوں کے نصاب سے بے خبر ہوتے ہیں۔انہوں نے کبھی بچوں کے بیگ چیک نہیں کیے، انہوں نے کبھی بھی نصاب کی کتابیں نہیں دیکھی اس میں کیا لکھا ہے۔اور ان کے بچے سکول میں کیا پڑھ کر آتے ہیں۔ان کی اس جہالت کی وجہ سے نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے۔اس لیے والدین کو باخبر ہونا ہوگا۔اور نصاب پر گہری نظر رکھنی ہوگی۔تا کہ کوئی ان کے مستقبل سے نہ کھیل سکے۔

ہم ارباب اختیار سے گذراش کریں گے۔کہ وہ ہوش کے ناخن لیں۔اور اس قوم پر ترس کھائیں۔ان نسلوں کو تباہی سے بچائیں۔مستقل مزاجی سے نصاب تیار کریں۔جو اسلامی معاشرے کی صحیح نمائندگی کرتا ہو۔اور اس نصاب تعلیم سے ایسے لوگ تیار ہوں جن پر ہم بجا طور پر فخر کر سکیں۔

شیخ الحدیث مولانا محمد یوسف راجووالوی جوار رحمت میں!

شیخ الحدیث مولانا محمد یوسف راجووالوی 95 سال کی عمر گزار کر 11-12 ربیع الاول 1435ھ کی درمیانی رات ایک طویل علالت کے بعد (14 جنوری 2014ء) کو اس دنیائے فانی سے آخرت کے سفر پر روانہ ہو گئے انا للہ و انا الیہ راجعون

مرحوم نہایت نیک، عالی کردار، تقویٰ شعار، عبادت گذار، شب زندہ دار، رقیق القلب، مہمان نواز، متواضع و ملنسار اور اخلاق و عادات کے اعتبار سے نمونہ سلف اور عباد الرحمان کی چلتی پھرتی تصویر تھے۔وہ محدثین کرام کے اس گروہ باصفا سے تعلق رکھتے تھے جن کا عمر بھر اوڑھنا بچھونا قال اللہ تعالیٰ اور قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دلنواز صدائیں بلند کرنا تھا۔مولانا یوسف صاحب 1919 میں ضلع فیروز پور کے ایک گاؤں چک سومیاں اعوان میں کمال الدین کے ہاں پیدا ہوئے۔انہوں نے ابتدائی